ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ماخذ تحقیقی مجلہ

تسلیم سمرا

پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

ڈاکٹر شازیہ عنبرین

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

ابتدائی اردو سفر نامہ مزاحمت کی متنوع جہات

Tasleem Somra
Ph.D Scholar, Department of Urdu, Bahauddin Zakariya University, Multan
Dr. Shazia Umbrin
Assistant Professor, Department of Urdu, Bahauddin Zakariya University, Multan.

Early Urdu Travelogue Various Aspects of Resistance

By the close reading of some early Urdu traveler texts in the context of colonialism, we understand that how colonizer established then sustained and strengthened their cultural project of control in Hindustan, then the reaction of colonized was not in single form but heterogeneous. Its heterogeneity could be understood through the Theory of "Hybridity". The concept of Hybridity could be understood by the critical thoughts of Robert. J. C young and Home K Bhabha as well.

Keywords: *Cultural Project of control, colonizer, colonized, contravention, heterogeneity, Hybridity.*

ہندوستان میں استعمار کار نے اپنی جڑیں حکمرانی کے ثقافتی آلات کے ذریعے مضبوط کیں اگرچہ اس کے ساتھ ساتھ منظم فوجی طاقت سیاسی یا معاشی طاقت کے رشتے بھی اس میں کار فرما تھے مگر سب سے اہم ثقافتی آلات تھے جن کی طرف نکولس بی ڈیرک ان الفاظ میں اشارہ کرتے ہیں:

> "Colonialism was made possible, and then sustained and strengthened, as much by cultural technologies of rule.............colonialism was itself a cultural project of control."(۱)

ان ثقافتی آلات کی مختلف ابتدائی صورتوں میں جہاں سروے اور رپورٹس اہم ہیں وہاں یورپین سیاحوں کے لکھے سفر نامے بھی اہمیت کے حامل ہیں۔ اس طرح کے سفر نامے دراصل قبضے کے ثقافتی پروجیکٹ کی بنیادی دستاویز کے طور پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ دستاویز کاری کا یہ عمل سترھویں صدی میں تجارت کی غرض سے ہندوستان کا سفر کرنے والے یورپین تاجروں کے لکھے احوال ناموں میں دیکھا جا سکتا ہے جنھوں نے سفر نامے کی صورت میں مشرق کو ایک خاص مغربی زاویہ نظر سے محفوظ کیا جس کی ایک مثال فرانسس برنیر کا "سفر نامہ ہند" ہے۔ برنئیر سترھویں صدی میں شام مصر فلسطین جیسے ممالک کی سیاحت کر تا ہندوستان کی مشہور بندر گاہ سورت آ پہنچا۔ یہ زمانہ وہ تھا جب شاہ جہاں کے بیٹوں میں خانہ جنگی کا بازار گرم تھااور سارے ملک کی سیاسی زندگی اس ہنگامہ آرائی کی وجہ سے متاثر تھی۔ دارا شکوہ جب ناکام ہو کر گجرات کی طرف بھاگا تو راستہ میں اتفاقاً برنئیر سے ملاقات ہوئی چونکہ کوئی طبیب دارا شکوہ کے ہمراہ نہ تھا، اس لیے برنئیر کو جبراً اس نے اپنے ساتھ لے لیا۔ چند دن دارا شکوہ کے ساتھ رہنے کے بعد برنئیر دہلی میں اورنگزیب عالمگیر کے مشہور امیر دانش مند خان کے طبیبوں میں شامل ہو گیا۔ دانش مند خان کی مجلسوں میں برنئیر کو نہ صرف امراء کے اندرونی حالات کا جائزہ لینے اور مختلف حکام سے ملنے کا موقع ملا، بلکہ ہندوستان کے مختلف فرقوں کے اعتقادات اور انکی مذہبی زندگی کے متعلق معلومات فراہم کرنے کی سہولتیں بھی میسر آ گئیں جس کی وجہ سے برنئیر اپنا سفر نامہ ہندوستان کی سیاسی سماجی اور تمدنی حوالوں سے مکمل کر پایا۔ دراصل برنئیر کے سفر نامے کی ساخت ایک ایسا سیاسی متن تشکیل دے رہی تھی جو بعد میں آنے والے استعمار کاروں کے لیے مشعل راہ بنا۔ برنئیر کے سفر نامے کا بیانیہ انداز تحیر، خوف، اجنبیت اور دوسری دنیا جیسے الفاظ اور اس سے جڑے تاثرات اور مناظر پر ہے۔ برنئیر اپنے سفر نامے میں مقامی ثقافت کے ان نشانات کو چھیڑتا ہے جن پر وہ سختی سے قائم تھی جس میں پردہ اور ستی کی رسم بہت اہم تھی، خاص طور پر ستی کی رسم کے حوالے سے اس کے جملے غور طلب ہیں۔ لکھتے ہیں:

> "حقیقت تو یہ ہے کہ نہ تو اپنے بیان سے اس کیفیت کا کامل خاکہ ہی آپ کے سامنے کھینچ سکتا ہوں اور نہ اس حالت کو بیان کر سکتا ہوں جو اس حادثے کو دیکھتے وقت میرے دل پر گزری اور یہ ہیبت ناک واقعہ اب تک مجھے ایسا یاد ہے گویا میری آنکھوں کے سامنے ہے اور شدت اندوہ سے اگر چاہتا ہوں کہ خواب وخیال کی طرح اسے بھلا دوں مگر ہر گز نہیں بھولتا۔"(2)

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ستی کی رسم ہندوستانی ثقافت کا لازمہ تھی۔ مقامی آدمی جس کے خلاف مزاحمت کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا مگر برنئیر چونکہ مقامی باشندہ نہیں تھا۔ اس کا سفید شعور اس طرح کی رسومات کو وحشیانہ تصور کرتا تھا۔ ستی کی آگ میں جلتی عورت اس کے لیے ہیبت ناک تھی مگر معاصر مقامی آدمی کے لیے یہ ایک مقدس رسم تھی۔ دوسرے معنوں میں برنئیر کی اس رسم پر تنقید دراصل یورپین ثقافت کی مقامی ثقافت پر غلبہ کی نفسیات کو ظاہر کرتی ہے۔ استعمار کار کے ذہن میں یہ بات بیٹھی ہوئی تھی کہ یہاں کے مقامی لوگ وحشی اور ان پڑھ ہیں اور ان کی تربیت کرنے کے لیے ہم لوگ چنے گئے ہیں۔ برتری کی یہ نفسیات ہمیں ان کے سفر نامے میں جا بجا دکھائی دیتی ہے۔ برنئیر کا یہ سفر نامہ ایک ایسی شماریاتی ساخت کی بھی تشکیل کرتا ہے جس سے استعمار کار مقامی کرنسی، مختلف اشیاء کی قیمتوں اور ان کی افادیت سے بخوبی آگاہ ہو جاتا ہے، نہ صرف ان اشیاسے واقف ہوتا ہے بلکہ ان خطوں سے بھی واقف ہو جاتا ہے۔ جہاں وہ تیار ہوتی ہیں گویا برنئیر کا سفر نامہ ثقافتی غلبے کے پراجیکٹ کو ہندوستانی ثقافت پر نافذ کرنے کے لیے تمام ضروری مواد مہیا کرتا ہے۔

مقامی آدمی نے جب برطانوی استعمار کے زیر اثر مختلف ممالک کے سفر کیے تو اس نے جس طرح کی امتزاجی ساخت کو تشکیل دیا، وہ مختلف الخصائل ہے جس کو سمجھنے کے لیے ہم یوسف حسین خان کمبل پوش کے سفر نامے "عجائبات فرنگ"، منشی محبوب عالم کے "سفر نامہ یورپ"، قاضی عبد الغفار کے "نقش فرنگ"، سر سید احمد خان کے "مسافران لندن"، مولانا جعفر تھانیسری کے "کالا پانی" کو لیتے ہیں۔ "عجائبات فرنگ" جسے یوسف حسین خان کمبل پوش نے تحریر کیا ہے، وہ سفید ثقافت کے ساتھ مکالمہ کم کرتا ہے اور اس کا اثر زیادہ لیتا ہے۔ مرعوبیت کا عنصر اس سفر نامے میں جا بجا ہمیں دکھائی دیتا ہے۔ وہ کسی نئی ثقافت کی طرف نہیں بڑھتا بلکہ اس کی سٹریٹجک کلونیل ثقافت کو ہی آئیڈیل سمجھتا ہے، وہ لندن کے کتب خانوں کی سیر کے دوران عربی، فارسی، عبرانی، یونانی اور سریانی زبان میں موجود کتب کو دیکھ کر کافی مرعوب ہوتا ہے۔ شیکسپیئر، لارڈ بائرن، سر والٹر اور اسکاٹ کی خوبصورت تصاویر اس سفید ثقافت کی تشکیل میں اور اضافہ کرتی ہیں۔ مرعوبیت کے حامل الفاظ ملاحظہ ہوں:

"صاحبان انگریز کی عقل پر آفرین اور مرحبا کہ کیا اچھی باتوں کا رواج دیا۔"(3)

یہ سفر نامہ مقامی ایلیٹ کلاس کی اس شعوری کوشش کی طرح نظر آتا ہے جو ہندوستان کے یورپین کلچر میں سیاسی سطح پر اپنی جگہ بنانے کو تیار تھا جبکہ "نقش فرنگ" جو قاضی عبد الغفار نے لکھا ہے، وہ اس کے بالکل برعکس مغربی کلچر سے مکالمے کی بجائے مجادلہ زیادہ کرتا ہے۔ اس سفر نامے کا عنوان بھی بڑا معنی خیز ہے یعنی "نقش

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

فرنگ" جس میں فرنگ یا فرنگی مقامی ثقافت میں نفرت یا حقارت کے طور پر لیا جاتا تھا گویا قاضی عبد الغفار بھی کلونیل منظر نامے میں مشرقی آدمی کی طرف سے وہی کردار ادا کرتے دکھائی دیتے ہیں جو انگریزوں نے مقامی آدمی کے لیے وحشی اجڈ اور گنوار جیسے نفرت انگیز الفاظ سے ادا کیا گویا یہ امتزاجیت کا وہ رخ ہے جو دو متضاد اور جذباتی ثقافتوں میں اخذ و قبول کی بجائے سیدھا سپاٹ انکار کا رشتہ جوڑتا ہے۔ طنزیہ اسلوب اس سفر نامے کو برطانوی سامراج کے خلاف ایک ایسی حکمت عملیانہ امتزاجیت کے خلاف لے جاتا ہے جو بالکل ویسی ہی ہے جیسی استعمار کی ہے یعنی مکالمے کی بجائے آڈر اور امتزاج کی بجائے نفرت انگیز رد عمل اس سفر نامے کو تصادمی ساخت کا حامل بنا دیتا ہے۔ یہ رد عمل کی انتہائی صورت ہے۔ اس سفر نامے میں رد عمل کی نفسیات، ان خیالات سے نکالتے ہیں جن میں وہ خود مبتلا ہوتے ہیں، جیسے محدود جغرافیائی قومیت کا تخیل، قدامت پسندی اور مذہبی تعصبات وغیرہ۔ قاضی عبد الغفار کی شخصیت جو اس سفر نامے سے عیاں ہوتی ہے، وہ ایک ایسے ایڈوائزر کی ہے جو فرنگ کا اپنے تصور سے طے کیا چہرہ قاری کو دکھاتا ہے۔ دراصل مغرب بھی مقامی باشندے کی نظر میں تغیر پذیر بیانیہ ہونا چاہیے کیونکہ بقول اینالومبا مغرب کی نظر میں دوسرا کوئی ایک مطلق اکائی نہیں ہے۔ لکھتے ہیں:۔

> "European discourses about 'the other' are accordingly variable."(4)

تو دوسرے کی نظر میں بھی مغرب کو ایک مطلق اکائی نہیں سمجھنا چاہیے۔ آج کلونیل ازم کی ذیل میں لفظ مشرق اور مغرب خود ہدفِ تنقید بنے ہوئے ہیں اور انسانی فکر یہاں آکر رکی ہے کہ استعمار کار مشرق بھی ہو سکتا ہے اور مغرب بھی۔ دراصل ہمیں مشرق اور مغرب جیسے الفاظ کو باہر نکال کر طاقت کے ان رشتوں کو سمجھنا ہوگا جو امتزاجیت کی ساخت رکھتے ہیں۔ امتزاجیت کی یہ ساخت یک سنگی یا یک رخی نہیں بلکہ ردو قبول کے کئی رشتوں سے عبارت ہے جو یہاں مختلف سفر ناموں پر بات کرنے سے واضح ہوتی چلی جائے گی۔

منشی محبوب عالم کا سفر نامہ جو "سفر نامہ یورپ" کے نام سے ہے۔ وہ امتزاجیت کے اس رخ کو ظاہر کرتا ہے جو بیک وقت تعمیر و تخریب بیک وقت ردو قبول اور ایک ہی جگہ مشابہت اور فرق جیسی خصوصیات کو آگے لے کر بڑھتا ہے۔ ان خصوصیات کی وجہ سے طاقت کے رشتے کبھی مشرق اور کبھی مغرب کو منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ جہاں جہاں بات تعلیم و ترقی کی آتی ہے، ان کا جھکاؤ مغربی طاقت میں پناہ ڈھونڈتا ہے اور جہاں جہاں ہندوستان کو استعمار نے مخصوص زاویہ نظر سے تراشا وہاں وہ ہندوستان کی اصل شبیہ تلاش کرتے نظر آتے ہیں۔ منشی محبوب عالم کا سفر نامہ

اور سرسید احمد خان کا سفر نامہ "مسافران لندن" دونوں دو جذباتی ساختوں یعنی مشرق اور مغرب کے امتزاج اور ان کے ساتھ مکالمے سے ایک نئی ساخت کو تراشتے نظر آتے ہیں جو مقامی آدمی کے لیے مشعل راہ ہو۔ اس تناظر میں یہ دونوں سفر نامے آج بھی ہم سے مکالمہ کرتے ہیں، خاص طور پر سرسید احمد خان کا سفر نامہ "مسافران لندن" اس حوالے سے بہت اہم ہے۔ سرسید کا سفر نامہ مطلق ساخت تشکیل دینے کی بجائے مکالماتی ساخت پیش کرتا ہے جو مغربی ثقافت کو من عن قبول نہیں کرتا بلکہ ان کو غور و فکر کے بعد اپنے مقامی شعور کا حصہ بناتا ہے جو ہمیں نئے معانی کی طرف لے جا سکتا ہے۔

بعض اوقات ردعمل کی نفسیات سفر نامہ نگار کو مغربی ثقافت سے امتزاج کی بجائے کسی نئے ثقافتی رنگ کی طرف بھی لے جاتی ہے جس میں اس کی اپنی تسکین کا سامان بھی ہوتا ہے اور مقامی آدمی کی استعمار کار کے خلاف مزاحمت بھی واضح نظر آتی ہے۔ اس نقطے کی ایک مثال شبلی نعمانی کا "سفر نامہ روم ومصر وشام" اور شیخ عبدالقادر کا "سفر نامہ مقام خلافت" ہے۔ یہ دونوں سفر نامے ترکی کی ثقافت سے مکالمہ کرتے نظر آتے ہیں جس میں کہیں کہیں مرعوبیت کا رشتہ بھی موجود ہے جو مکالمہ کی بجائے قبولیت کے دائرے میں ان دو سفر ناموں کو لا کھڑا کرتا ہے۔ ماضی کی شاندار عظمتوں کا تذکرہ دراصل مقامی آدمی کی تراشی ہوئی وہ پناہ گاہ ہے جس میں وہ استعمار کار کی غالب ثقافت سے بچ کر سانس لینا چاہتا ہے۔ یہ دونوں سفر نامے مقامی آدمی کو ایک اور طاقت ور ثقافت یعنی ترک ثقافت کے لیے مرعوبیت کا رشتہ استوار کرتے نظر آتے ہیں جو کلونیل ہندوستان میں برطانوی ثقافت سے امتزاج قائم کرنے کی بجائے ایک ترک مسلم ثقافت سے رشتہ جوڑ کر امتزاجیت اور مزاحمت کے نئے رنگ کو واضح کرتے ہیں۔ اس طرح دیکھا جائے تو مولانا شبلی نعمانی اور سرسید احمد خان علمی ترقی کے مفید حل کے لیے کلونیل ہندوستان سے باہر نکلے مگر ایک کا رخ لندن کی طرف تھا اور ایک نے ترکی کی راہ لی۔ امتزاجیت کا یہی وہ متضاد رشتہ ہے جو ایک ہی مقصد کو پورا کرنے کے لیے دو مختلف زاویے پیش کر رہا ہے۔ ایک نے موجودہ دور کی عظمت یعنی یورپین ترقی کی ثقافت سے مکالمہ کیا اور ایک نے عظمت رفتہ یعنی ترکی کی ثقافت سے مکالمہ کیا۔ مزاحمت کی اس مختلف الخصائل صورتحال میں مولانا محمد حسین آزاد کا سفر نامہ "سیر ایران" امتزاجیت کے ایک اور رنگ کو پیش کرتا ہے۔ یہ جہت دو سطحوں پر استوار ہے۔ ایک ایران کی علمی اور روحانی ثقافت سے مکالمہ ہے۔ دوسری اس ملک کی قدیم و جدید دانشوری سے مکالمہ ہے۔ یہ بھی مزاحمت کی ایک ایسی صورت ہے جو مقامی باشندے کو یورپ اور ترکی کی

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ثقافت سے مکالمے کی بجائے ایرانی ثقافت سے مکالمے کو بہتر سمجھتی ہے اور اس ثقافت کے ساتھ مکالمے کے عمل سے ایک متبادل ثقافت پیدا کرنا چاہتی ہے۔

مولانا جعفر تھانیسری کا سفر نامہ "کالا پانی" استعمار کے وحشی پن کو بے نقاب کرتا ہے۔ استعمار جس نے اپنے قبضے کو مضبوط کرنے کے لیے طاقت کا وحشیانہ استعمال بھی کیا۔ اینالومبا اس حوالے سے لکھتی ہیں:۔

> "Europeans were not in a position to simply dominate everywhere. But military violence was used almost everywhere, although to different degrees, to secure both occupation and trading 'rights.'"(5)

ہندوستان میں جو مقامی آدمی استعمار کے خلاف بغاوت کرتا تھا تو اسے جزائر انڈیمان میں قائم کی گئی جیل میں ڈال دیا جاتا تھا جسے کالے پانی کی سزا کے طور پر بھی یاد کیا جاتا تھا۔ مولانا جعفر تھانیسری کا سفر نامہ "کالا پانی" ایک تعزیراتی سفر نامہ ہے۔ یہ سزا انہیں تحریک مجاہدین جو سید احمد بریلوی نے شروع کی ہوئی تھی، کا ساتھ دینے کے الزام میں سنائی گئی۔ آپ نے اس جزیرے پر انگریزوں کے ہر طرح کے ظلم و ستم کو سترہ سال اور دس ماہ تک برداشت کیا اور سزا کاٹنے کے بعد پانی پت واپس لوٹے۔ انکا سفر نامہ استعمار کے خلاف عملی مزاحمت اور چیلنج کے طور پر سامنے آتا ہے جو دوسرے وجود یعنی مقامی باشندے کی ناقدری کے خلاف سراپا احتجاج ہے اس کا بیانیہ اور مناظر سب تصادمی ساخت رکھتے ہیں گویا مزاحمت کا یہ رنگ اپنی جگہ منفرد ہے۔

مجموعی طور پر مذکورہ بالا ابتدائی اردو سفر ناموں کا بیانیہ ایک نہیں بلکہ امتزاجیت رکھتا ہے۔ یہ امتزاجیت یک سنگی نہیں بلکہ دو یا مختلف جذباتی ثقافتوں کے ساتھ مکالمے اور امتزاج سے تشکیل پائی ہے۔ مقامی آدمی نے قبضہ کے ثقافتی پراجیکٹ کے خلاف سفر نامے کی صورت میں جو مزاحمت کی وہ فرانسس برنئیر کے سفر نامے کو منہا کرتے ہوئے باقی سفر ناموں کا اہم موضوع ہے۔ یہ سفر نامے مزاحمت کی کئی متضاد اور تہ دار ساختوں کو پیش کرتے ہیں۔

حوالہ جات

1. Nicholas B. Dirks (Foreword), "***Colonialism and its forms of knowledge: the British in India"***, By Bernard S. Cohn, Princeton, Princeton University Press, 1996, P-ix

۲۔ فرانسس برنئیر، ڈاکٹر، "سفر نامہ ہند"، مترجم خلیفہ محمد حسن، لاہور، اجالا پرنٹرز ،۲۰۰۰ء، ص۳۱۰۔۳۱۱

۳۔ یوسف حسین خان کمبل پوش، "عجائبات فرنگ"، لکھنؤ، مطبوعہ نول کشور، ۱۸۷۳ء، ص۹

4. Ania Loomba, "***Colonialism/ Post-Colonialism"***, London, Routledge, 2015, P-36

5. Ibid, P-25